© rasailojaraid.com

سلسلہ وسیع کرنے میں زیادہ آسانی ہو گی۔

میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں میں دین کے لیے ایثار و قربانی کا جو تھوڑا بہت جذبہ باقی ہے وہ مالداروں سے زیادہ غریبوں میں پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر وہ لوگ شکایت کریں گے جو سو روپے دینے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ کہیں گے کہ تم اس سعادت کو مالداروں کے لیے مخصوص کرنا چاہتے ہو۔ اور ہمیں محض اس بنا پر محروم کر رہے ہو کہ ہم مالدار نہیں ہیں لیکن درحقیقت میں ان کو محروم کرنا نہیں چاہتا۔ ان کے لیے اس سعادت میں حصہ لینے کی ایک دوسری صورت ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ حسب حیثیت ان کتابوں اور رسالوں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر قوم کے اُن طبقات تک پہنچانے کی کوشش کریں جن کی اصلاح مقصود ہے۔ میں دراصل ایک شفاخانہ قائم کر رہا ہوں۔ دینداروں میں سے جو مالدار ہیں وہ اس شفاخانہ کے قائم کرنے میں حصہ لیں۔ اور ان میں سے جو غریب ہیں وہ اس کی دوا مریضوں تک پہنچانے میں حصہ لیں۔ اصلی سعادت یہ ہے کہ آپ کے دل میں قومی امراض کے استیصال اور شفائے ربانی کے ایصال کا جذبہ ہو۔ آپ کا دل ایک ایسی ماں کا سا دل ہونا چاہیے جو اپنے بچوں کو بیمار دیکھ کر بے چین ہو جاتی ہے، اور ان کے علاج میں کسی امکانی کوشش اور کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ آپ جن لوگوں میں رہتے ہیں، جن سے ملتے جلتے ہیں، جن کے ساتھ آپ کو کسی نہ کسی طرح سابقہ پیش آتا ہے، ان میں دیکھیے کہ کون کون بیمار ہیں، اور کس کس مرض کے بیمار ہیں۔ جو شخص جس مرض میں مبتلا ہو اسی مرض کی دوا اس کو دیجیے۔ زندقہ والحاد کا مریض ہو، اسے "اسلامی تہذیب اور اس کے اصول و مبادی" پڑھائیے۔ وطن پرستی کا بیمار ہو، اس کو "قومیت اسلام" دیجیے۔ کیمونزم کا حملہ کسی پر ہو گیا ہو، اس کا علاج "سود" کے مضمون سے کیجیے۔ آزادی نسواں کی بیماری میں "پردہ" کی خوراک استعمال کرائیے۔ فرنگیت کے بیماروں کو "اشارات" کے مختلف مجموعے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیکھیے غرض جتنی و بائیں آج کل آپ کی قوم میں پھیلی ہوئی ہیں ان کو مٹانے پر کمربستہ ہو جائیے اور اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی محنت کا کچھ حصہ خدا کے دین اور اس کے رسول کی امت کے لیے بھی نکالیے کہ ان چیزوں پر محض آپ کے نفس ہی کا حق نہیں ہے بلکہ خدا اور اس کے رسول کا بھی حق ہے آپ خدا کے ثواب کی خواہش رکھتے ہیں تو خدا کا ثواب اتنا سستا نہیں کہ محض دس پانچ روپے دے کر خرید لیا جائے۔ اس کے لیے جہاد کی ضرورت ہے، اور جہاد یہی ہے کہ آج رسول اللہ کے گھر میں جو آگ لگ رہی ہے اس کو بجھانے کی کوشش کیجیے۔

ان صفحات میں اسلامی ہند کے مستقبل پر جو بحث شروع کی گئی ہے اس کا سلسلہ آگے بڑھانے سے پہلے ایک بات کی توضیح ضروری معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بحث میں ہمارے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جو مسلمان کی حیثیت سے جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔ اور جن کی نگاہ میں زندگی کے تمام مسائل سے زیادہ اہم اور اقدم سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام نہ صرف قائم اور باقی رہے، بلکہ اس کو عزت اور طاقت حاصل ہو۔ باقی رہے وہ لوگ جو وقت کے مسائل کو صرف ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے دیکھتے ہیں، اور جن کی نگاہ میں مسلمان ہونا یا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا، اور جو سیاسی و معاشی فلاح کو دوسرے تمام مسائل پر مقدم رکھتے ہیں، تو وہ سرے سے ہمارے مخاطب ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا ہم سے بحث کرنا بالکل فضول ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی مشترک بنیاد نہیں ہے، وہ ایک جہاز کے مسافر ہیں۔ اور ہم دوسرے جہاز کے۔ ان کو صرف ہندوستانی ہونے کی حیثیت سے سیاسی آزادی اور معاشی استقلال کی ضرورت ہے، عام اس سے کہ مسلمان رہیں یا نہ رہیں بخلاف اس کے ہمارے لیے مسلمان رہنے کا سوال ہی اصل سوال ہے، اور ہندوستان کی آزادی ہم اس لیے اور اسی شرط پر چاہتے ہیں کہ وہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرزمین پر اسلام کی عزت قائم کرنے میں مددگار ہو۔ پس جو مسلمان سیاسی معاملات میں حصہ لے رہے ہیں ان کے درمیان سب سے پہلے یہی امتیاز قائم ہونا چاہیے کہ وہ ان دونوں راستوں میں سے کس راستہ کے مسافر ہیں۔ جو لوگ "ہندوستانیت" کی راہ پر ہیں وہ اپنی راہ پر جائیں، ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم ان سے صرف اتنا کہیں گے کہ براہ کرم منافقت چھوڑ دو اور اپنی پوزیشن صاف طور پر ظاہر کر دو تاکہ کوئی دھوکا نہ کھائے۔ اور جو لوگ "اسلامیت" کی راہ پر ہیں وہ ہمارے ہم سفر ہیں۔ ہماری اور ان کی منزل مقصود ایک ہے۔ معرض بحث میں صرف یہ سوال ہے کہ اس منزل کی طرف جانے کے لیے صحیح راستہ کونسا ہے۔ وہ جس راستہ کو صحیح سمجھتے ہیں اس کا صحیح ہونا ثابت کر دیں، ہم دل و جان سے اُن کے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر وہ راستہ غلط ہے تو پھر اخلاص کا اقتضا یہ ہے کہ وہ اُس راستہ کی طرف آئیں جس کا صحیح ہونا ثابت کر دیا جائے۔ کم از کم دین و ملت کے معاملہ میں مسلمان کے اندر نفسانیت اور کبر و عُجب نہ ہونا چاہیے۔ کسی حق پرست کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی طریقہ پر صرف اس لیے اڑا رہے کہ وہ اُس پر چل پڑا ہے اور اب پلٹنے میں اس کی عزت (جھوٹی عزت) کو ٹھیس لگتی ہے۔

چند غلط فہمیاں تھیں جن کو دور کرنے کے لیے اس توضیح کو آج کی صحبت کا دیباچہ بنانا ضروری سمجھا گیا۔ اب ہم کو اس مقام سے چلنا ہے جہاں سے پچھلی صحبت کا سلسلہ منقطع ہوا تھا۔

ہماری منزلِ مقصود جیسا کہ اشارۃً اوپر عرض کر دیا گیا، صاف اور واضح طور پر یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام نہ صرف قائم رہے، بلکہ عزت اور طاقت والا بن جائے۔ آزادیٔ ہند ہمارے نزدیک مقصود بالذات نہیں۔ بلکہ اس اصل مقصد کے لیے ایک ضروری اور ناگزیر وسیلہ ہونے کی حیثیت سے مقصود ہے۔ ہم صرف اُس آزادی کے لیے لڑنا چاہتے ہیں، بلکہ صحیح تر یہ ہے کہ اپنے مذہب کی رو سے لڑنا فرض جانتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ یہ ملک کلیۃً نہیں تو ایک بڑی حد تک دار الاسلام بن جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اگر آزادیٔ ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ یہ جیسا دار الکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بدتر ہو جائے تو ہم بلا کسی مداہنت کے صاف صاف کہتے ہیں کہ ایسی آزادیٔ وطن پر ہزار مرتبہ لعنت ہے، اور اس کی راہ میں بولنا، لکھنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا اور جیل جانا سب کچھ حرام، قطعی حرام ہے۔

یہ ایسی صاف بات ہے جس میں دو رائیں ہونے کی کوئی گنجایش ہی نہیں خصوصاً جو شخص قرآن اور سنت پر نظر رکھتا ہے اور منافق نہیں ہے وہ تو اس کے برحق ہونے میں چون و چرا نہیں کر سکتا۔

منزل مقصود کا انتہائی مقام یعنی ہندوستان کو کلیۃً دار الاسلام بنانا تو اتنا بلند مقام ہے کہ آج کل کا کم ہمت مسلمان اس کا قصد کرنے کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔ خیر جانے دیجیے اس کو اس سے فروتر درجے میں جس مقصد کے لیے ہم کو لڑنا چاہیے وہ کم سے کم یہ ہے کہ ہندوستان نہ تو بیرونی کفار کے تسلط میں رہے اور نہ اندرونی کفار کے کامل تسلط میں چلا جائے، بلکہ آزاد ہو کر شبہ دار الاسلام بن جائے۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کو سمجھ لیجیے کہ شبہ دار الاسلام سے کیا مراد ہے۔ اگر کوئی شخص اس کے معنی یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے سے نام رکھنے والوں کو اسمبلیوں اور کونسلوں کی نشستیں اور سرکاری عہدے مل جائیں اور ہندوستان کے معاشی ثمرات میں ان کو بھی متناسب حصہ ملے، اور آزاد ہندوستان کی تمام عمرانی ترقیات سے (خواہ وہ ترقیات کسی صورت میں ہوں) انھیں بلا امتیاز مستفید ہونے کا موقع ملے، تو ہم کہیں گے کہ وہ غلطی پر ہے، ہم جس چیز کو شبہ دار الاسلام سمجھتے ہیں، اور جو چیز درحقیقت اس نام سے موسوم ہو سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت میں ہم محض "ہندوستانی" ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ "مسلمان" ہونے کی حیثیت سے حصہ دار ہوں، اور ہمارا یہ حصہ اس حد تک طاقتور ہو کہ:۔

(۱) ہم اپنی قوم کی تنظیم اصول اسلامی کے مطابق کر سکیں یعنی ہم کو حکومت کے ذریعہ سے اتنی قوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حاصل ہو کہ ہم مسلمانوں کے لیے اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام کر سکیں، ان کے اندر غیر اسلامی طریقوں کے رواج کو روک سکیں، ان پر اسلامی احکام جاری کر سکیں، اور اپنی قوم میں جو اصلاحات ہم خود اپنے طریق پر نافذ کرنے کی ضرورت سمجھیں ان کو خود اپنی طاقت سے نافذ کر سکیں مثلاً زکوٰۃ کی تحصیل، اوقاف کی تنظیم، قضاء شرعی کا قیام، قوانین معاشرت کی اصلاح وغیرہ

(۲) ہم اس ملک کے نظم و نسق اور اس کی تمدنی و معاشی تعمیر جدید میں اپنا اثر اس طرح استعمال کر سکیں کہ وہ ہمارے اصول تمدن و تہذیب کے خلاف نہ ہو۔ یہ ظاہر ہے کہ وسیع پیمانہ پر تمام ملک کی اجتماعی زندگی اور معاشی تنظیم اور تدبیر مملکت کی مشین جو شکل بھی اختیار کرے گی اس کا اثر دوسری قوموں کی طرح ہماری قوم پر بھی پڑے گا۔ اگر یہ تعمیر جدید اس نقشہ پر ہو جو اپنے اصول و فروع میں کلیۃً ہماری تہذیب کی ضد ہے تو ہماری زندگی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ایسی صورت میں ہمارے لیے ناگزیر ہو جائے گا کہ یا تو ہم تمدن و معیشت کے اعتبار سے غیر مسلم بن جائیں، یا پھر ہماری حیثیت اس ملک میں تمدنی و معاشی اچھوتوں کی سی ہو کر رہ جائے۔ اس نتیجہ کو صرف اسی طرح روکا جا سکتا ہے کہ ہند جدید کی تشکیل پر ہم اپنا اثر کافی قوت کے ساتھ ڈال سکیں۔

(۳) ہندوستان کی سیاسی پالیسی میں ہمارا اتنا اثر ہو کہ اس ملک کی طاقت کسی حال میں بیرون ہند کی مسلمان قوموں کے خلاف استعمال نہ کی جا سکے۔

یہ مقصد جس کی ہم نے توضیح کی ہے وہ کم سے کم چیز ہے جس کے لیے ہم کو لڑنا چاہیے۔ مدافعت کا پہلو صرف کمزور اختیار کرتے ہیں اور ان کا آخری انجام شکست ہے۔ اگر آپ اپنا مقصد صرف ان حقوق کے حصول کو بناتے ہیں جن کا اطمینان کانگریس نے اپنے "بنیادی حقوق" والے ریزولیوشن میں دلایا ہے تو آپ دھوکے میں ہیں۔ آپ کی تہذیب، زبان، پرسنل لا، اور مذہبی حقوق کا تحفظ بھی (جسے آپ کافی سمجھے بیٹھے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں) دراصل اس کے بغیر ممکن نہیں کہ آپ فارورڈ پالیسی اختیار کرکے حکومت کی تشکیل میں طاقت ور حصہ دار بننے کی کوشش کریں۔ اس میں اگر آپ نے غفلت کی اور حکومت کا اقتدار اُن لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا جو مسلمان نہیں ہیں تو یقین رکھیے کہ کوئی کانسٹی ٹیوشن آپ کو من حیث المسلم ہلاک ہونے سے نہ بچا سکے گا۔ انگریزی حکومت نے بھی آپ کے بہت سے حقوق تسلیم کر رکھے ہیں، مگر غور کیجیے وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو خود اپنے حقوق سے دست بردار کرا دیا؟ انگریز نے آپ سے یہ کبھی نہیں کہا کہ اپنی زبان میں لکھنا پڑھنا، بولنا سب چھوڑ دو اور میری زبان اختیار کر لو؟ پھر کیا چیز ہے جس نے آپ کی قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد کو اپنی زبان سے بیگانہ بنا دیا اور انگریزی کا اتنا غلام بنایا کہ وہ اپنے گھروں میں اپنی بیویوں اور بچوں تک سے انگریزی بولنے لگے؟ انگریز نے آپ سے یہ کبھی نہیں کہا کہ تم نماز روزہ چھوڑ دو، زکوٰۃ نہ دو، شراب پیو، اور اپنے مذہب کے سارے احکام کو نہ صرف بالائے طاق رکھ دو بلکہ ان کا مذاق تک اڑاؤ۔ پھر کس چیز نے آپ کی قوم کے لاکھوں کروڑوں افراد کو ایک صدی کے اندر اپنے دین و ایمان سے عملاً منحرف کر ڈالا؟ انگریز نے آپ سے کبھی یہ مطالبہ نہیں کیا تھا کہ اپنی معاشرت بدل دو، اپنا لباس بدل دو، اپنے مکانوں کے نقشے بدل دو، اپنے آداب و اخلاق بدل دو، اپنی صورتیں بگاڑو۔ اپنے بچوں کو انگریز بناؤ، اپنی عورتوں کو میم صاحب بناؤ، اپنے تمدن اور اپنی تہذیب کے سارے اصول چھوڑ کر پوری زندگی ہمارے نقشے پر ڈھال لو۔ پھر وہ کونسی چیز ہے جس نے آپ سے یہ سب کچھ کرا ڈالا؟ ذرا دماغ پر زور ڈال کر سوچیے۔ کیا اس کا سبب غیر مسلم اقتدار کے سوا اور بھی کچھ ہے؟ وہ ڈھائی تین لاکھ انگریز چھ ہزار میل دور سے آتے ہیں۔ آپ سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ قصداً آپ کے اندرونی معاملات اور آپ کے تمدنی و معاشرتی مسائل میں دخل دینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ پھر بھی ان کے اقتدار کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بیرونی جبر سے نہیں بلکہ اندرونی انقلاب سے آپ کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور آپ خود بخود اپنے اُن بنیادی اور فطری حقوق تک سے دست بردار ہو جاتے ہیں جن کو کوئی حکومت اپنی رعایا سے نہیں چھینتی اور نہیں چھین سکتی۔ اب ذرا اندازہ لگائیے کہ اگر آزاد ہندوستان کی حکومت غیر اسلامی نقشہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر بن گئی اور اس کا اقتدار ان ہندوستانیوں کے ہاتھ میں چلا گیا جو مسلمان نہیں ہیں، تو اس کے اثرات کیا ہوں گے؟ وہ انگریزوں کی طرح قلیل التعداد بھی نہیں۔ آپ سے الگ تھلگ رہنے والے بھی نہیں۔ اور پھر غیر ملکی بھی نہیں ہیں کہ سیاسی پالیسی ان کو تمدنی و مذہبی معاشرتی مسائل میں دخل دینے سے روکے۔ ان کے اقتدار میں آپ کے اندرونی تحول و انقلاب کا کیا حال ہوگا اور کانسٹی ٹیوشن کی کون کونسی دفعات آپ کو خود اپنے حقوق کی پامالی سے روکیں گی؟

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، مسلمانوں کے لیے ایسی آزادی وطن کے لیے لڑنا تو قطعی حرام ہے جس کا نتیجہ انگلستانی غیر مسلموں سے ہندوستانی غیر مسلموں کی طرف اقتدار حکومت کا انتقال ہو۔ پھر ان کے لیے یہ بھی حرام ہے کہ وہ اس انتقال کے عمل کو بیٹھے ہوئے خاموشی سے دیکھتے رہیں، اور ان کے لیے یہ بھی حرام ہے کہ اس انتقال کو روکنے کے لیے انگلستانی غیر مسلموں کا اقتدار قائم رکھنے میں معاون بن جائیں۔ اسلام ہم کو ان تینوں راستوں پر جانے سے روکتا ہے۔ اب اگر ہم مسلمان رہنا چاہتے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کا وہ حشر دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہیں جو اسپین اور سسلی میں ہو چکا ہے تو ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم آزادی ہند کی تحریک کا رخ حکومت کفر کی طرف سے حکومت حق کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں اور اس غرض کے لیے ایک ایسی سرفروشانہ جنگ پر کمربستہ ہو جائیں جس کا انجام یا کامیابی ہو یا موت۔

یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

اوپر کی سطروں میں ہمارا نصب العین پوری طرح واضح ہو چکا ہے۔ ہم آزادی ہند کے مخالف نہیں ہیں، بلکہ ہر آزادی خواہ سے بڑھ کر اس کے خواہشمند ہیں اور اس کے لیے جنگ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وطن پرست کے نصب العین سے ہمارا نصب العین مختلف ہے۔ وہ صرف ایسی آزادی چاہتا ہے جس کا نتیجہ "ہندوستانی" کی نجات ہو۔ اور ہم وہ آزادی چاہتے ہیں جس کا نتیجہ "ہندوستانی" کے ساتھ "مسلم" کی نجات بھی ہو۔

نصب العین کی اس تعیین کے بعد ہمیں جس سوال پر اپنی تمام قوت فکر صرف کر دینی چاہیے وہ طریق جنگ کا سوال ہے۔ یہ سوال نظریات سے حل کرنے کا نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق عملی سیاست سے ہے۔ ہم کو اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے ایسی ہی تدبیریں سوچنی ہیں جن کے ذریعہ سے کامیابی کے حصول کی زیادہ سے زیادہ امید کی جا سکتی ہو۔ سب سے زیادہ پریشانی کا سبب یہ ہے کہ بہت قیمتی وقت ہم کھو چکے ہیں۔ اور بہت ہی کم وقت اب باقی ہے۔ جو خطرات آج ہم کو چونکا رہے ہیں وہ دراصل ۱۹ء میں پوری طرح نمایاں ہو چکے تھے اور ۳۰ء و ۳۱ء میں تو ایک اندھا بھی ان کو دیکھ سکتا تھا۔ جو کچھ آج ہم سوچ رہے ہیں اس کو سوچنے اور عمل شروع کر دینے کا اصلی وقت وہ تھا۔ مگر افسوس کہ ہمارے سردار محض فضول حرکات میں اپنا وقت گنواتے رہے، اور انہوں نے اپنی قوم کو سنبھالنے کے لیے کچھ بھی نہ کیا۔ اب کہ طوفان ہمارے سر پر آ چکا ہے، ہم بہت سی ان تدبیروں کو چھوڑ دینے پر مجبور ہیں جو کارگر ہیں مگر دیر طلب ہیں۔ ہمیں اب وہ طریقے اختیار کرنے چاہییں جو تھوڑے وقت میں کوئی مفید نتیجہ پیدا کر سکیں۔

© rasailojaraid.com